

ایک صاحب علم کی ایمان افروز تحریر

(حصہ دوم)

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن

آپ کے استفسار سے مجھے یہی لگتا ہے کہ آپ کا سوال شوقیہ طور پر کتاب پالنے کی طرف ہے اور عموماً سوالات اور مباحث اس کے متعلق اٹھتے ہیں، کیونکہ مغربی تہذیب کو اپنانے کا رجحان دن بدن مسلمان ملکوں میں بھی بڑھ رہا ہے، میں شوقیہ کتاب پالنے کو سخت حرام اور گناہ جانتا ہوں، اگر علماء اور دینی رہنماؤں نے اس میں کسی بھی بنا پر ڈھیل دینی شروع کر دی تو شوقیہ کتاب رکھنا اتنا عام ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے دل سے اس کے گناہ ہونے کا تصور ہی نکل جائے گا، وہی ہوگا جو مسلمانوں نے داڑھی کا حال کر رکھا ہے، بلکہ احکام شریعت پر مضبوطی سے کاربند رہتے ہوئے عوام کو اس کی ممانعت کے شرعی احکام بتائے جائیں، اس کے لیے سائنسی دلائل دینے سے اجتناب کریں۔ تاہم علماء کے لیے سائنسی دلائل کا جاننا مفید ہے، کیونکہ انہیں ہر طرح کی ذہنی سطح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، ان دلائل کو کتاب پالنے کی ممانعت کی دلیل کے طور پر تو استعمال نہ کیا جائے، تاہم ان کو بیان کر کے شوقین مزاج لوگوں کو محتاط رہنے کی تلقین کی جاسکتی ہے، جس کی اساس یہ احادیث مبارکہ ہیں:

”حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا، اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کی حفاظت کر لی اور جو شخص شبہات میں ملوث ہو گیا، وہ اس چرہ واپے کی طرح ہے جو شاہی چراگاہ کے گرد اپنے مویشی چراتا ہے، خدشہ ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں گے، سنو! ہر بادشاہ کی ایک ممنوع چراگاہ ہوتی ہے، سنو! اس زمین میں اللہ کی ممنوع چراگاہ اس کے حرام کیے ہوئے کام ہیں، سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکرا ہے، جب وہ درست ہو تو پورا جسم درست ہوتا ہے اور جب اس میں فساد ہو تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے، سنو! وہ دل ہے، (بخاری: 52)۔“ (2) ”حضرت سعد بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی زمین میں طاعون کی خبر سنو تو اس زمین میں مت داخل ہو اور جب کسی سرزمین میں طاعون کی وبا پھیل چکی ہو اور تم وہاں پر موجود ہو، تو وہاں سے نہ نکلو، (بخاری: 5728)۔“

طاعون زدہ بستی سے نکلنے کی ممانعت کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ اس بیماری کے جراثیم سے باہر کے لوگ محفوظ رہیں، نیز موت تو اُسے ہی آئے گی جس کی اجل آچکی ہے، لیکن مرنے والوں کی تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین ان کی ذمہ داری ہے جو زندہ رہ جاتے ہیں، احتیاط کا حکم تو قرآن کریم میں بھی ہے: ”اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، (البقرہ: 195)۔“

جسمانی لحاظ سے تو اس کا مطلب ہوگا کہ خودکشی مت کرو اور روحانی اعتبار سے اس کا ایک مفہوم حضرت ابوایوب خالد بن زید نے بیان فرمایا: ”مسلمان نقصان دہ چیزوں سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرے“، یعنی ایسی چیزوں میں ارادتا نہ

پڑے جو نقصان پہنچاتی ہیں، شوقیہ کتا پالنے میں احتیاط انسان کو ممکنہ خطرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ آپ نے بتایا کہ کتے کے شکار کا حلال ہونا بعض ماہرین کی رائے میں اس لیے ہے کہ شکار کے وقت کتے کا لعاب خشک ہو جاتا ہے، مجھے یہ قبول کرنے میں بہت ہچکچاہٹ ہے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لیے اتنا کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کے شکار کو جائز کہا اور اللہ تعالیٰ نے کتے کو مُکَلَّبِین (شکاری جانوروں) میں شامل فرمایا اور قرآن کریم میں اس کا وصف تربیت یافتہ یا سدھایا ہوا بتایا ہے، فقہ میں اس کی شرائط کا تفصیلی بیان ہے۔

میرا معیار عقیدت تو یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہوتا: ”کتے کے منہ میں چمچہ ڈال کر اسے چاول کھلاؤ“، تو میں ایسا ہی کرتا، گو میں خود سائنس دان ہوں، کیونکہ جو ہستی مخصوص لوگوں کے لیے اونٹوں کا پیشاب پینے کو ذریعہ شفا بنا سکتی ہے، وہ چاہے تو کتے کے لعاب کے متعلق بھی کہہ سکتی ہے، لہذا کتے کا شکار فقط اس لیے جائز ہے کہ اس ہستی نے ایسا کہہ دیا اور بس!۔ ماہرین کا یہ کہنا کہ شکار کرنے کے وقت کتے کا لعاب خشک ہو جاتا ہے، ایسے دلائل پر بحث علماء تک ہی محدود رہنی چاہیے، عوام کو اس میں مبتلا کرنے سے وہ ذہنی انتشار کا شکار ہو سکتے ہیں، چنانچہ حضرت علی نے فرمایا: ”لوگوں سے (صرف) ایسی احادیث بیان کرو، جن کو وہ سمجھ لیں، کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے“، (بخاری: 127)۔

اب میں ان باتوں کی طرف آتا ہوں جو علماء اگر چاہیں تو لوگوں کو ممانعت کی دلیل کے طور پر نہیں، بلکہ محتاط رہنے کی غرض سے بتائیں۔ اولاً تو کتے سے کئی لوگوں خاص کر بچوں کو حساسیت یا الرجی یا Reaction ہو جاتا ہے اور اس سے اور بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، مثلاً: دمہ وغیرہ اور کتا اگر گھر کے اندر ہے تو ہر جگہ حتیٰ کہ باورچی خانہ تک میں اس کے بال بکھر جاتے ہیں۔ کتا مختلف مہلک بیماریوں کا باعث بنتا ہے، بلکہ بہت سی بیماریوں کے جراثیم کے لیے اسٹاک کا کام دیتا ہے، یہ جراثیم اس کے لعاب، پیشاب و پاخانہ کے ذریعے انسانوں میں داخل ہوتے ہیں، مثلاً فیتہ کیڑے کی ایک بیماری Coenurosis انسانوں میں ایسے پھیلتی ہے کہ کتے کا پاخانہ مٹی میں مل جاتا ہے اور اس مٹی میں بچے کھیلتے ہیں تو وہاں سے فیتہ کیڑے کے انڈے ان کے دماغ اور آنکھوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کالے بخار (Kala Azar) کا نام تو آپ نے سنا ہی ہوگا، اس کا ذخیرہ (Reservoir) بھی کتا ہے۔ ایک دفعہ ہندوستان کی ریاست بہار میں یہ بیماری ایک لاکھ آدمیوں کو لاحق ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے 4000 اموات ہوئیں۔ میں نے خود بھی بچوں میں آنکھوں کی بیماری کئی بار دیکھی جو کبھی اندھا کر دیتی ہے، اس کو Taxocara کہتے ہیں اور چونکہ یہ کتوں سے پھیلتی ہے، اس لیے اس کا نام Taxocana Canis یعنی کتوں کا Taxo Cara رکھ دیا گیا ہے۔

ایک اور بیماری ایسی ہے جس میں آنکھ، دماغ، پھیپھڑے اور دوسرے جسمانی حصوں میں چھوٹے چھوٹے غباروں کی طرح کی خطرناک Cysts بنی شروع ہو جاتی ہیں اور ان اعضاء کو تباہ کر دیتی ہیں۔ ڈاکٹروں کے لیے مشکل یہ بھی ہے کہ اگر ایک Cyst کو نکالنے کے دوران اس کی دیوار پھٹ جائے تو درجنوں اور قسم کے Cyst مریض کے جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ میں نے آنکھ کے اندر ایک بیماری Echinococcosis کی بابت پاکستانی ڈاکٹروں کی معلومات کے لیے ایک آرٹیکل بھی لکھا تھا، اس کا دوسرا نام Hydatid cyst بھی ہے اور بھی کئی بیماریاں کتے سے پیدا ہوتی ہیں، جن میں سے سب سے مشہور Rabies ہے جو کہ انتہائی خطرناک اور مہلک بیماری ہے۔ اس کا تعلق کتے سے اتنا قریب ہے کہ عربی میں اس کا نام

”دَاءُ الْكَلْب“ اور فارسی میں ”جنونِ سگ گزیدگی“ ہے، پاکستان میں یہ ہلکاؤ یا باولے پن کے نام سے موسوم ہے۔ بعض کتے ایک دم اور بلاوجہ بہت ظالم اور وحشی ہو کر انسانوں پر حملہ کر دیتے ہیں، ایسے میں وہ بعض اوقات تو اپنے مالک اور اس کے بچوں تک کا خیال نہیں کرتے، میں نے ایسے بہت سے واقعات کا مشاہدہ کیا ہے جن میں کتے نے گھر کے بچے پر وحشیانہ حملہ کر کے چہرے کو ایسے چیر پھاڑ دیا کہ گھنٹوں کی جراحی کے بعد بھی اس کو بالکل صحیح نہ کیا جاسکا۔ میں نے ایک ایسے بچے کو دیکھا جو کہ میرے ہسپتال کی ایک نرس کا بیٹا تھا، مجھے اس پر چار گھنٹے کے قریب جراحی کرنی پڑی اور تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب ٹانگے لگانے پڑے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کے لوگوں کو شوقیہ کتے پالنے کی وبا سے محفوظ رکھے۔ اگر میری اس تحریر کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی آپ کے ذہن میں کوئی اشکال باقی ہو، تو مجھے لکھیں۔“

یہ میں نے اس لیے لکھا: یہ کسی مولوی یا مفتی کی تحریر نہیں ہے، بلکہ ایک ایسے ماہر سائنس دان اور سرجن کی تحریر ہے، جس نے امریکہ میں طب کے میدان میں نام پایا ہے، اُن کے بے شمار تحقیقی مضامین طبی جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں اور آنکھ کے علاج کا ایک ڈاکٹر اُن کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن ان کا تفسیر و حدیث کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور ڈاکٹر صاحبان اور دیگر اعلیٰ تعلیم یافتہ پروفیشنلز پر مشتمل اُن کا حلقہ درس بھی ہے، ایسے ہی لوگوں پر علامہ اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ سرمہ ہے میری آنکھ کا، خاکِ مدینہ و نجف

جس کی بصیرت اور بصارت نے خاکِ مدینہ سے فیض پایا ہو، اُسے مغربی تہذیب کی چکاچوند مرعوب نہیں کر سکتی، وہاں کی تہذیبی بربادی کا وہ کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اس سے قرآن و سنت اور دین اسلام کی حقانیت پر اُن کا ایمان اور مضبوط ہوتا ہے، جب کہ ہم یہاں بیٹھے اُن سے مرعوب ہوتے رہتے ہیں۔ کاش! جس طرح ہمارے اسلاف نے ماضی میں فلسفہ یونان کا مطالعہ کیا، اُس کی گہرائی میں اترے اور پھر اُسی کے اصول و ضوابط کو استعمال کرتے ہوئے اس کا رد کیا۔ آج بھی ہمیں چاہیے کہ دہشت گردی کی ملامت سے نکل کر علم کے ہتھیار کو استعمال کریں اور ایمان و ایقان کو اپنی روحانی طاقت بنائیں، علامہ اقبال نے کہا تھا:

خودی کا سر نہاں، لا الہ الا اللہ خودی ہے تیغ، فساں لا الہ الا اللہ

ترجمہ: خودی کا راز ”لا الہ الا اللہ“ میں پوشیدہ ہے، خودی یعنی توحید پر ایمان تلوار ہے اور لا الہ الا اللہ پر ایمان اس کی دھار ہے اور مولانا حسن رضا خان نے کہا ہے:

وہاں کے سنگ ریزوں سے، حسن کیا لعل کو نسبت وہ ان کی رہز میں ہیں، یہ پتھر ہیں بد خشاں کے

(روزنامہ دنیا، 21 جنوری 2019ء)